آنحضرت ﷺ کی سادگی اور تحمّل حاجت لے کر آنے والے کو تسلّی اور حوصلہ بھی دلاتی تھی کہ وہ اپنی بات آرام سے بیان کرے اور یہی ایک طریقہ ہے جو ہمارے عہدیداروں کو بھی اختیار کرنا چاہیے

جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرنے میں پہل کرتے تھے بلکہ بچوں کو بھی سلام کرنے میں پہل کیا کرتے تھے

آج کل بھی اسلام کے خلاف، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہت دریدہ دہنی کی جاتی ہے۔ بہرحال آپؐ کا مقام بہت اعلیٰ مقام ہے اور آپؐ کے ہر عمل میں ایک اُسوہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

آپؐ صحابہؓ کو بھی سادگی کی تلقین فرماتے تھے

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ اچھی سے اچھی غذا بھی کھا لیتے تھے مگر یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ نے فاقے بھی کئے اور بعض دفعہ اتنے لمبے فاقے کئے کہ آپ کو اپنا پیٹ باندھنا پڑا۔“ (حضرت مصلح موعودؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے کہ

اے اللہ! محمد کی آل کو اتنی روزی دے جتنی کہ ضروری ہے

اپنی اولاد کے لیے بھی سادہ زندگی کے لیے خواہش کی اور اسی کی دعا کی

قناعت اور سادگی کے حوالے سے سیرت النبی ﷺ کا ایمان افروز تذکرہ

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 23؍اکتوبر 2026ء بمطابق 23؍اخاء 1405 ہجری شمسی

بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲﴾ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳﴾ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۴﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ﴿۵﴾ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۶﴾ صِرَاطَ الَّذِيْنَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ﴿۷﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی کا ذکر

میں نے شروع کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ بعض اوقات اپنی ضرورت کی اشیاء خود بازار سے خرید فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بازار میں داخل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کپڑے کے تاجر کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار درہم میں پاجامہ یا شلوار، کھلا پاجامہ جو ہوتا ہے وہ خریدے۔ اس زمانے میں تھے۔ ہمارے بعض لوگوں نے تو اس کا ترجمہ شلواریں کیا ہے لیکن یہ شلوار نہیں، کھلا پاجامہ ہوتا تھا۔ بہرحال بازار والوں کا ایک وزن کرنے والا تھا جو چیزیں تولتا تھا۔ یعنی کپڑے تول کے فروخت ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تولو اور کچھ زیادہ دو۔ یعنی خریدی ہوئی چیز کا وزن جو ہے بیشک اس میں زیادہ ڈال دو۔ وزن کرنے والے نے کہا۔ یہ ایسی بات ہے جو میں نے کسی سے نہیں سنی۔ لوگ یہ تو کہتے ہیں کہ کم وزن آئے تا کہ قیمت کم لگے لیکن آپؐ نے فرمایا بیشک قیمت زیادہ لگ جائے۔ وزن زیادہ اور صحیح ہونا چاہیے اور احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ جھکاؤ اس طرف ہو جس طرف چیز ڈالی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے اس سے کہا: تمہارے دین میں سختی اور بے مروّتی کے لیے یہی کافی ہے کہ تم اپنے نبی کو نہیں پہچانتے۔ آپس میں حضرت ابو ہریرہؓ سے بات شروع ہو گئی ہے جب اس

نے حیرانی کا اظہار کیا۔ اس نے ترازو پھینک دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی طرف لپکا اس ارادے سے کہ اسے بوسہ دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس سے کھینچ لیا اور فرمایا یہ کیا ہے؟ عجمی لوگ اپنے بادشاہوں کے ساتھ ایسا کرتے ہیں جبکہ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ اب وہ غیر تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی نیت لگی کہ وہ دنیا داری والی نیت ہے۔ اس لیے آپؐ نے فرمایا نہیں۔ میں بادشاہ نہیں ہوں۔ اس لیے تمہیں اس طرح مصافحہ نہیں کرنے دوں گا کہ تم بوسہ دو۔ میں تو تم ہی میں سے ایک آدمی ہوں۔ پھر اس نے وزن کیا اور کچھ زیادہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وہ کپڑے خریدے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھانے کے لیے پہلے آگے بڑھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چیز کا مالک اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اسے خود اٹھائے سوائے اس کے کہ وہ کمزور ہو اور اسے اٹھانے سے عاجز ہو تو اس کا مسلمان بھائی اس کی مدد کرے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ یہ پائجامے بھی پہنتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! سفر و حضر میں، رات اور دن میں کیونکہ مجھے ستر کا حکم دیا گیا ہے اور میں نے اس سے زیادہ ستر والی کوئی چیز نہیں پائی۔ بڑا اچھا لباس ہے یہ۔

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمي جزء5 صفحہ 149-150 حدیث نمبر 8510 دار الکتب العلمیہ 2001ء)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتی تھیں حضرت ابو بکرؓ میرے گھر کے اندر آئے۔ اس وقت میرے پاس انصار کی لڑکیوں میں سے دو لڑکیاں تھیں۔ وہ گا رہی تھیں۔ جو اشعار بُعاث کی جنگ میں انصار نے کہے تھے۔ اسلام سے پہلے اہلِ یثرب یعنی اوس اور خزرج خانہ جنگی کی حالت میں تھے اور ان کے درمیان آخری جنگ جو تاریخِ عرب میں ملتی ہے وہ جنگ بعاث کے نام سے مشہور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت میں یہ ہوئی تھی جبکہ آپؐ مکہ میں مقیم تھے۔ مدینہ آنے سے پہلے یہ جنگ ہوئی اور ختم ہو گئی۔ بہرحال وہ کہتی تھیں کہ وہ گانے والی لڑکیاں میرے پاس بیٹھی تھیں۔ کوئی دُوٗمنیاں نہیں تھیں، پیشہ ور گانے والیاں نہیں تھیں بلکہ میری سہیلیاں تھیں۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا: تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں شیطان کی بانسریاں لے کر کیا بیٹھی ہو؟ اور یہ واقعہ عید کے دن کا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! ہر ایک قوم کی عید ہوا کرتی ہے اور یہ

ہماری عید ہے

یعنی ان کو گیت گانے دو۔مت روکو۔سادہ بے تکلف ماحول ہے، کوئی شرک کی بات نہیں ہو رہی تو بلاوجہ روکنا ٹوکنا بھی نہیں چاہیے۔ آپؐ نے انہیں گانے کی اجازت دے دی۔

(صحیح البخاری، کتاب العیدین باب سُنَّةِ الْعِيدَيْنِ لِأَهْلِ الْإِسْلَامِ حدیث نمبر 952، مترجم جلد 2 صفحہ 350 تا 351 نظارت اشاعت) (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ حصہ اوّل مؤلفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 263)

حضرت ہند بن ابی ہالہؓ کی روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کرنے میں پہل کرنے کا وصف یوں بیان ہوا ہے کہ آپؓ کہتے ہیں کہ

جو شخص بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کرنے میں پہل کرتے تھے بلکہ بچوں کو بھی سلام کرنے میں پہل کیا کرتے تھے۔

(الجامع لشعب الایمان بیہقی جلد 3 صفحہ 29 حدیث:1362 مکتبۃ الرشد 2003ء)

چنانچہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے پاس سے گزرے تو آپؐ نے انہیں سلام کیا۔

(صحیح مسلم کتاب السلام باب استحباب السلام علی الصبیان مترجم جلد 12 صفحہ 42-43 حدیث 4017 شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

اسی طرح ایک اَور روایت ہے۔حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے پاس جاتے تو ان کے بچوں کو سلام کرتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور ان کے لیے دعا کیا کرتے تھے۔ (السنن الکبری للنسائی کتاب المناقب باب ابناء الانصارؓ حدیث 8349 جلد 5 صفحہ 92 دار الکتب العلمیہ 1991ء) بڑا سادہ ماحول تھا لیکن ادب کے دائرے میں صحابہؓ کی طرف سے بھی یہی اظہار ہوتا تھا۔ بچے بھی انتہائی ادب میں رہتے تھے۔ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتا یا کسی حاجت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ تحمّل سے بیٹھے رہتے یہاں تک کہ وہ شخص خود اٹھ کر چلا جاتا۔

(المعجم الکبیر جلد 22 صفحہ 158 حدیث 414 مکتبہ ابن تیمیہ)

یہ سادگی اور تحمّل حاجت لے کر آنے والے کو تسلّی اور حوصلہ بھی دلاتی تھی کہ وہ اپنی

بات آرام سے بیان کرے اور یہی ایک طریقہ ہے جو ہمارے عہدیداروں کو بھی اختیار کرنا چاہیے۔

ایک روایت میں ہے حضرت امام حسینؓ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھتے بیٹھتے ذکر الٰہی کرتے اور جب کسی قوم کے پاس جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی وہیں تشریف رکھتے اور یہی ارشاد فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ہم نشین کو اس کا حق دیتے۔ کوئی یہ گمان نہ کرتا کہ کوئی دوسرا اس سے زیادہ معزّز ہے۔ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھتا تھا، حضورؐ کے پاس اپنی کوئی ضرورت بیان کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب کے ساتھ اس کے ساتھ رہتے یہاں تک کہ وہ خود اٹھ کر چلا جاتا اور جو آپؐ سے اپنی حاجت طلب کرتا آپ اسے بغیر دیے یا نرمی سے بات کئے بغیر واپس نہ کرتے۔ یا دیتے تھے یا پھر اگر نہ دے سکتے تو پھر انتہائی نرمی سے بات کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خندہ پیشانی، سخاوت اور حسنِ خُلق سب کے لیے تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بمنزلہ باپ ہو گئے تھے۔ حقوق کے لحاظ سے آپؐ کے نزدیک سب برابر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس علم اور حیا اور صبر اور امانت کی مجلس ہوتی تھی۔ نہ اس میں آوازیں بلند ہوتی تھیں، نہ قابلِ احترام چیزوں کی بے حرمتی ہوتی، نہ کسی کی کمزوریوں کو بیان کیا جاتا۔ سب آپس میں برابر ہوتے اور تقویٰ کے سبب وہ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے۔ ایک دوسرے سے انکساری سے پیش آتے۔ بڑے کی عزت کرتے اور چھوٹے پر رحم کرتے اور ضرورت مند کو ترجیح دیتے اور اجنبی کا خیال رکھتے۔

(ماخوذ از شمائل النبی ﷺ صفحہ 139، 140 حدیث 321 شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

آپؐ کی مجالس کی سادگی کا ذکر

ایک روایت میں یوں ملتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت جابر بن سَمُرَہؓ نے بیان کیا کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سَو سے زیادہ بار بیٹھا۔ آپؐ کے صحابہؓ شعر پڑھتے اور جاہلیت کی باتوں میں سے کچھ کا آپس میں تذکرہ کرتے اور آپؐ خاموش ہوتے اور کبھی ان کے ساتھ مسکراتے۔ (سنن الترمذی ابواب الادب باب ما جاء فی إنشاد الشعر... حدیث 2850) سادہ مجلسیں ہوتیں۔

اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے۔حضرت ابو ذرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے درمیان تشریف فرما ہوتے، جب کوئی پردیسی شخص آتا تو وہ پہچان نہیں سکتا تھا کہ ان میں سے آپؐ کون ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں یہاں تک کہ وہ پوچھتا۔
(سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فِی الْقَدَرِ حدیث 4698)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ کا واقعہ ہے، بہت دفعہ ہم نے سنا ہے۔ اس میں بھی آپؐ کی سادگی کی مثال ہی ہے۔ اس کو حضرت مصلح موعودؓ نے یوں بیان کیا ہے کہ ''اس'' ہجرت کے ''موقع پر ایک ایسی بات ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی کے کمال پر دلالت کرتی تھی۔ مدینہ کے اکثر لوگ آپ کی شکل سے واقف نہ تھے۔ جب قبا سے باہر آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ بھاگتے ہوئے مدینہ سے آپ کی طرف آ رہے تھے تو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ سادگی سے بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ناواقف لوگ حضرت ابو بکرؓ کو دیکھ کر جو عمر میں گو چھوٹے تھے مگر ان کی ڈاڑھی میں کچھ سفید بال آئے ہوئے تھے اور اسی طرح ان کا لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بہتر تھا یہی سمجھتے تھے کہ ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بڑے ادب سے آپ کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے تھے۔حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ بات دیکھی تو سمجھ لیا کہ لوگوں کو غلطی لگ رہی ہے۔ وہ جھٹ چادر پھیلا کر سورج کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا یا رسول اللہ! آپ پر دھوپ پڑ رہی ہے میں آپ پر سایہ کرتا ہوں اور اس لطیف طریق سے انہوں نے لوگوں پر ان کی غلطی کو ظاہر کر دیا۔''

(دیباچہ تفسیر القرآن ،انوار العلوم جلد 20 صفحہ 227)

آپؐ کی سادہ مجلس کا ذکر حضرت انس بن مالکؓ یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہم مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک شخص اونٹ پر سوار اندر آ گیا اور اس نے مسجد میں اونٹ بٹھا دیا یعنی مسجد کے باہر صحن یا کھلے میدان میں بٹھایا۔ پھر اس نے اس کا گُھٹنا باندھا۔ اس کے بعد اس نے وہاں لوگوں سے پوچھا کہ تم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے کہا کہ یہ سفید خوبصورت آدمی جو تکیہ لگائے ہوئے ہیں۔تب اس شخص نے آپؐ سے کہا! اے عبد المطلب کے بیٹے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں

جواب دیتا ہوں۔ پھر اس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں آپؐ سے سوال کروں گا اور سوال میں آپؐ سے سختی کروں گا اور مجھ پر ناراض نہ ہونا۔ آپؐ نے فرمایا: پوچھو جو تمہارے جی میں آئے۔ اس نے کہا: میں آپؐ کو اور جو آپؐ سے پہلے ہیں ان کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو تمام لوگوں کی طرف بھیجا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بارِ خدایا ہاں۔ اس نے کہا: آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپؐ کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم دن رات میں پانچ نمازیں پڑھا کریں؟ آپؐ نے فرمایا: بارِ خدایا ہاں۔ اس نے کہا: آپؐ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے کہ سال کے اس مہینے یعنی رمضان میں ہم روزہ رکھیں؟ فرمایا: بارِ خدایا ہاں۔ اس نے کہا: آپؐ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ آپؐ ہمارے دولت مندوں سے صدقہ لے لیا کریں اور پھر ہمارے محتاجوں میں تقسیم کیا کریں؟ فرمایا: بارِ خدایا ہاں۔ تب اس شخص نے کہا: جو پیغام آپؐ لائے ہیں میں نے اس کو مان لیا اور میں اپنی اس قوم کا ایلچی ہوں جو میرے پیچھے ہے اور میں ضِمَامُ بنِ ثَعْلَبَہ ہوں اور بنو سعد بن بکر کی قوم سے ہوں۔ (صحیح البخاری کتاب العلم بَابُ مَا جَاءَ فِی العِلْمِ.... مترجم جلد 01 صفحہ 123، 124 حدیث نمبر 63 شائع کردہ نظارت اشاعت) (ارشاد الساری جلد 01 صفحہ 236 دار الکتب العلمیہ 2007ء) یہ بخاری کی حدیث ہے۔

آپؐ صحابہؓ کو بھی سادگی کی تلقین فرماتے تھے۔

چنانچہ حضرت بَرَاء بن عازِبؓ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتیں کرنے کا حکم دیا اور سات سے ہی روکا۔ اور وہ باتیں یہ تھیں کہ ہمیں سونے کی انگوٹھی، حریر اور دیباج یعنی نرم ریشم اور استبرق موٹا ریشم پہننے اور قسی یعنی دھاری دار کپڑے جو مصر سے لائے جاتے تھے وہ خاص قسم کے کپڑے تھے ان میں ریشم ہوتا تھا اور ریشمی زین پوش کے استعمال کرنے سے روکا ہے اور ہمیں حکم دیا کہ ہم جنازوں کے ساتھ جائیں، بیمار کی عیادت کریں اور ہر کس و ناقص کو سلامتی کی دعا دیں۔
(صحیح البخاری کتاب المرضی باب وجوب عیادۃ المریض حدیث 5650 ، مترجم جلد 14 صفحہ 13 - 14، صفحہ 253-254 شائع کردہ نظارت اشاعت)

شارح بخاری علامہ ابنِ حجر نے مردوں پر ریشم کی حرمت کے بارے میں وجوہات یہ بیان کی ہیں کہ اس کی ایک وجہ فخر اور تکبر ہے۔ دوسرا اس کا پُر تعیّش اور زیب و زینت کا کپڑا ہونا ہے جو مردانہ وقار کے خلاف ہے اور عورتوں کے زیب و زینت کے لائق ہے۔ تیسرا مشرکین کے ساتھ مشابہت ہے۔

(ماخوذ از فتح الباری جلد 10 صفحہ 351 آرام باغ کراچی)

ریشمی زین پوش کی ممانعت کے بارے میں لکھا ہے کہ اس کی ممانعت عجمیوں یعنی شاہانہ طرز رکھنے والے بادشاہوں سے مشابہت، فضول خرچی یا بلا موجب آرائش کی وجہ سے ہے۔

(ماخوذ از فتح الباری جلد 10 صفحہ 378 آرام باغ کراچی)

اسی طرح سونے کے زیورات کی ممانعت کے بارے میں ایک شارح نے لکھا ہے کہ فارس اور روم کے مرد اور عورتیں سونے کے زیورات سے آراستہ ہوتے تھے اور کسریٰ و قیصر اور اہل جاہ و مال سونے کے کنگن پہنتے تھے جو ان کے بازو کو بھر دیتے تھے۔ وہ سونے کے ہار، تاج اور زنجیریں بھی استعمال کرتے تھے جو ان کے نزدیک زینت، فخر، اِترانے، تکبّر اور زمین میں بڑائی جتانے کا مظاہرہ تھے۔ وہ سونے اور چاندی کے برتنوں میں کھاتے پیتے بھی تھے۔ مصر کے فراعِنہ بھی اکثر یہ کام کیا کرتے تھے۔

(فتح المنعم شرح صحیح مسلم جزء 8 صفحہ 349 دار الشروق)

اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ آپؐ صحابہؓ کے گھر بڑی سادگی سے ان کا حال پوچھنے جایا کرتے تھے۔ حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ میں ایک بار بیمار ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ میری عیادت کے لیے پیدل تشریف لائے اور انہوں نے مجھے بے ہوش پایا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا پھر اپنے وضو کا پانی مجھ پر ڈالا اور مجھے ہوش آیا۔

(صحیح البخاری کتاب المرضی باب عیادۃ المغمی علیہ حدیث 5651 مترجم جلد 14 صفحہ 18 شائع کردہ نظارت اشاعت)

آپؐ کی زندگی میں کوئی بناوٹ نہیں تھی۔ انتہائی سادگی تھی۔ صحابہؓ کے ساتھ بھی یہی تھا کہ سادگی اختیار کریں اور ان کو سمجھایا کرتے تھے تا کہ ان کی بھی اصلاح ہوتی رہے۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو خود لے کر چلتے اور صبح کی نماز کے بعد اور عصر کے بعد کچھ دیر پیدل بھی چلتے تھے۔

(کتاب المعجم۔ ابن الأعرابی جلد 2 صفحہ 493 حدیث 956، دار ابن الجوزی 1997ء)

سادگی سے رہنا اور ان کو سکھانا۔ اس سادگی سے متعلق روایت یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن ہر تین آدمی ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔ حضرت ابو لُبابہؓ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی اونٹ پر شریک تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدل چلنے کی باری آئی تو ان دونوں نے عرض کیا کہ ہم آپؐ

کی طرف سے پیدل چل لیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہو اور نہ ہی میں تم دونوں سے ثواب کے معاملے میں بے نیاز ہوں یعنی مجھے بھی ثواب کی ضرورت ہے۔ اس لیے جو اصول مقرر ہو گیا ہے اس کے مطابق عمل ہو گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 2 صفحہ 92 مسند عبداللہ بن مسعود حدیث 3901 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت عمرو بن حارثؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ غلام نہ کوئی لونڈی سوائے اپنی سفید خچر کے جس پر آپؐ سوار ہوا کرتے تھے اور اپنے ہتھیاروں کے اور ایک زمین کے جو آپؐ نے مسافروں کے لیے وقف کر دی تھی۔

(صحیح البخاری، کتاب المغازی باب مَرَضِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَوَفَاتِہٖ حدیث نمبر 4461، مترجم جلد 9 صفحہ 346 شائع کردہ نظارت اشاعت)

حضرت مصلح موعودؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے حالات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ اچھی سے اچھی غذا بھی کھا لیتے تھے مگر یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ نے فاقے بھی کئے اور بعض دفعہ اتنے لمبے فاقے کئے کہ آپ کو اپنا پیٹ باندھنا پڑا۔“

(خطبات محمود جلد 29 صفحہ 60)

لیکن ہر حالت میں آپؐ کی زندگی شکر اور سادگی میں ہی بسر ہوئی۔

آپؐ کی سادہ زندگی کے بارے میں حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بڑی سادہ تھی۔ آپؐ کسی کام کو عار نہیں سمجھتے تھے۔ اپنے اونٹ کو خود چارا ڈالتے۔ گھر کے کام کاج کرتے۔ اپنی جوتیوں کی مرمت کر لیتے، کپڑے کی پیوند لگا لیتے، بکری دوہ لیتے، خادم کو اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلاتے، آٹا پیستے پیستے اگر وہ تھک جاتا تو اس میں اس کی مدد کرتے، بازار سے گھر کا سامان اٹھا کر لانے میں شرم محسوس نہ کرتے۔ امیر غریب ہر ایک سے مصافحہ کرتے۔ سلام میں پہل کرتے۔ اگر کوئی معمولی کھجوروں کی دعوت بھی دیتا تو آپؐ اسے حقیر نہ سمجھتے اور قبول کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہمدرد، نرم مزاج اور حلیم الطبع تھے۔ آپؐ کا رہن سہن بڑا صاف ستھرا تھا۔ بشاشت سے پیش آتے۔ تبسم آپؐ کے چہرے پر جھلکتا رہتا۔ آپؐ زور کا قہقہہ لگا کر نہیں ہنستے تھے۔ خدا کے خوف سے فکرمند رہتے لیکن تُرش رَوی اور خشکی نام کو نہ تھی۔ منکسر المزاج تھے لیکن اس میں کسی کمزوری، پست

ہمتی کا شائبہ تک نہ تھا۔ بڑے سخی یعنی کھلے ہاتھ کے تھے لیکن بے جا خرچ سے ہمیشہ بچتے۔ نرم دل، رحیم وکریم تھے۔ ہر مسلمان سے مہربانی سے پیش آتے۔ اتنا پیٹ بھر کر نہ کھاتے کہ ڈکار لیتے رہیں۔ کبھی حرص وطمع کے جذبے سے ہاتھ نہ بڑھاتے بلکہ صابر وشاکر اور کم پر قانع رہتے۔

(حدیقۃ الصالحین باب 5 سردارِ دوجہاں حضرت خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ حدیث نمبر 43 صفحہ 33، 34)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے اور خود بھی ہدیہ بھیجا کرتے تھے۔ (صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب المکافاۃ فی الھبۃ حدیث 2585 ، مترجم جلد 4 صفحہ 631 شائع کردہ نظارت اشاعت) چھوٹے سے چھوٹا تحفہ بھی ہوتا جیسا کہ بیان ہوا ہے قبول کرتے اور پھر اس کے بدلے میں دیا بھی کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے کہ

اے اللہ! محمد کی آل کو اتنی روزی دے جتنی کہ ضروری ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الرقاق باب کَیْفَ کَانَ عَیْشُ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَأَصْحَابِہِ، وَتَخَلِّیھِمْ مِنَ الدُّنْیَا حدیث 6460، مترجم جلد 15 صفحہ 227 شائع کردہ نظارت اشاعت)

اپنی اولاد کے لیے بھی سادہ زندگی کے لیے خواہش کی اور اسی کی دعا کی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کو برا نہیں کہا۔ اگر آپؐ اس کو پسند کرتے تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔ (صحیح البخاری کتاب المناقب باب صفۃ النبی ﷺ حدیث 3563 مترجم جلد 7 صفحہ 67 شائع کردہ نظارت اشاعت) بعض دفعہ بعض چیزیں انسان کو پسند نہیں ہوتیں۔ اگر نہیں ہے تو کچھ نہیں کہنا۔ ذرا سا چکھ کے خاموشی سے چھوڑ دیتے۔

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پشم کا لباس پہنا۔ یعنی پشم جو کھردری اُون کا گرم کپڑا ہوتا ہے جو سردیوں میں پہنتے تھے، وہ بھی پہنا۔ مرمت کیے ہوئے جوتے پہنے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ سخت کھانا کھایا اور سادہ پہنا۔ جب دریافت کیا گیا کہ سخت کھانے سے کیا مراد ہے تو انہوں نے کہا کہ جَو کی موٹی روٹی جو بغیر پانی کے گھونٹ کے حلق سے نیچے نہیں اترتی تھی۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الاطعمۃ باب خبز الشعیر حدیث 3348)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زِرہ جَو کے عوض گروی رکھی تھی اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جَو کی روٹی اور پرانی چربی یعنی جس سے کچھ بُو آرہی تھی لے کر گیا اور میں نے آپؐ کو یہ کہتے سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے پاس صبح شام کے لیے سوا ایک صاع کے اَور کچھ نہیں ہے۔ یہ صاع اناج ڈھائی سیر کے یعنی ڈھائی کلو کے برابر ہوتا تھا جبکہ نَو گھر تھے جنہوں نے یہ کھانا کھانا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب الرھن باب الرھن فی الحضر حدیث 2508 مترجم جلد 4 صفحہ 539 شائع کردہ نظارت اشاعت) (لغات الحدیث جلد 2صفحہ 648)

حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلامؓ بیان کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روٹی کے ایک ٹکڑے پر کھجور رکھی اور فرمایا: یہ اس کا سالن ہے۔ (سنن ابی داؤد کتاب الایمان باب الرجل یحلف ان لایتأدم حدیث 3259) یعنی کھجور کے ساتھ آپؐ روٹی کھا رہے تھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دن گرم کھانا لایا گیا آپؐ نے تناول فرمایا: جب فارغ ہوئے تو کہا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اتنے اتنے عرصے سے گرم کھانا نہیں کھایا تھا۔ بڑے عرصے کے بعد آج گرم کھانا کھایا ہے۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب معیشۃ آل محمد ﷺ حدیث 4150)

عروہ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی۔ انہوں نے عروہ سے کہا کہ میرے بھانجے ہماری تو ایسی حالت تھی کہ کبھی دو مہینے گزر جاتے اور ہم تیسرا چاند بھی دیکھ لیتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہ سلگائی جاتی۔ میں نے پوچھا: آپؐ کا گزارا کس سے ہوتا تھا؟ کہنے لگیں یہ دو کالی چیزیں ہیں یعنی کھجور اور پانی۔ ہاں یہ بھی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ انصاری پڑوسی تھے ان کی دودھیل اونٹنیاں ہوتی تھیں وہ اپنے گھروں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ بھیج دیا کرتے تھے اور آپؐ ہم سب کو وہی پلا دیتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب الرقاق باب کیف کان عیش النبی و اصحابہ، حدیث 6459، مترجم جلد 15 صفحہ 226 شائع کردہ نظارت اشاعت)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت وفات پائی جب ہم اَسْوَدَیْن یعنی کھجور اور پانی سیر ہو کر کھاتے تھے۔ (صحیح البخاری کتاب الاطعمۃ باب من اکل حتی شبع

حدیث5383، مترجم جلد 13 صفحہ 335 شائع کردہ نظارت اشاعت)وہ وافر مقدار میں ہوتی تھیں اسی سے پیٹ بھر لیا کرتے تھے۔ کھجور کھالی اور پانی پی لیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اَلْاَسْوَدَان یعنی دو سیاہ چیزوں کا اطلاق کھجور اور پانی پہ ہوتا ہے۔ جبکہ سیاہ رنگ صرف کھجور کا ہے نہ کہ پانی کا۔ پانی تو سیاہ نہیں ہوتا۔حضرت عائشہؓ نے کہا ہے۔ ہم دو کالی چیزوں پہ گزارا کرتے تھے لیکن وہ کہتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک کے غلبے کی وجہ سے دونوں کو ایک ہی صفت سے متّصف کر دیا گیا ہے اور جب دو چیزیں ایک ساتھ ذکر کی جائیں تو انہیں ان دونوں میں سے زیادہ مشہور چیز کے نام سے پکارا جاتا ہے۔
(فتح الباری جلد 11 صفحہ 354، آرام باغ کراچی)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ سے گہرے تعلقات رکھنے والے لوگوں کی غذائیں ہمیشہ کم ہوتی ہیں یعنی وہ اپنے ہی جیسے سامان، حالات، صحت اور معدے رکھنے والے انسانوں سے کم خوراک کھاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ اگر ایک انسان کا معدہ خراب ہو اور وہ زیادہ نہ کھا سکے تو کہا جائے اس میں روحانیت زیادہ ہے کیونکہ شرط یہ ہے کہ دوسرے سامان بھی ایک ہی جیسے ہوں، ایک ہی حالت میں وہ انسان جس میں روحانیت ہو گی دوسرے سے کم کھائے گا۔ اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن ایک انتڑی سے کھاتا ہے تو کافر دس انتڑیوں سے۔خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی غذا بہت کم تھی۔''
(خطبات محمود جلد 12 صفحہ 274 - 275)

اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ''طیبین اور طاہرین کا سیر ہو کر کھانا اس قسم کا سیر ہونا نہیں ہے جو ان لوگوں کا ہوا کرتا ہے جن کے حق میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایسے کھاتے ہیں جیسے چارپائے کھایا کرتے ہیں اور آگ ان کا ٹھکانا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی وقت سیر ہو کر کھانا اور ہی نور ہے اور اگر اس سیری کو ان لوگوں کی طرف نسبت دی جاوے جن کا اصل مقصد اِحْتِظَاظْ'' یعنی لذت حاصل کرنا ہے'' اور تَمَتُّع ہے''اس سے فائدہ اٹھانا ہے ''اور جن کی نگاہیں نفسانی شہوات کے اِسْتِفَا'' اسی سے فائدہ اٹھانا ہے اور شہوات سے ہی لذت اٹھانا ہے، یہاں ''تک محدود ہیں تو اس سیری کو ہم ہرگز سیری نہیں کہہ سکتے۔ سیری کی تعریف میں پاکوں

اور مقدسوں کی اصطلاح اور ناپاکوں اور شکم پرستوں کی اصطلاح الگ الگ ہے اور پاک لوگ اسی قدر غذا کھانے کا نام سیری رکھ لیتے ہیں کہ جب فی الجملہ وقت جُوع دور ہو جائے ''یعنی بھوک جب دور ہو جائے ''اور حرکات وسکنات پر قوت حاصل ہو جائے۔'' جب آدمی میں تھوڑی سی طاقت آ جائے اور اپنے کام کر سکے۔ ''غرض مومن کی سیری یہی ہے کہ اس قدر غذا کھائے جو اس کی پشت کو قائم رکھے اور حقوق واجبہ ادا کر سکے۔ پس جو سید المومنین ہے اس کی سیری کا قیاس عام لوگوں کی سیری پر قیاس مع الفارق ہے'' یعنی یہ نہیں ہوسکتا کہ آپؐ کا مقابلہ کیا جائے عام لوگوں کے ساتھ۔ آپؐ کی تو بات ہی اور تھی۔ بہت بڑا واضح فرق ہے دونوں کے درمیان۔ آپؑ فرماتے ہیں ''اسی طرح بہت لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظیم کو نہیں سمجھا اور الفاظ کے مَوْرِدِ استعمال کو ملحوظ نہیں رکھا اور اپنے تئیں غلطی میں ڈال لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی وقت یہ فرمانا کہ میں سیر ہو گیا ہوں ہرگز اس قول کا مُرَادِف نہیں کہ جو دنیاداروں کے منہ سے نکلتا ہے جنہوں نے اصل مقصد اپنی زندگی کا کھانا ہی سمجھا ہوا ہوتا ہے۔غرض پاکوں کا کام اور کلام پاکوں کے مراتبہ عالیہ کے موافق سمجھنا چاہئے اور ان کے امور کا دوسروں پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ وہ درحقیقت اس عالم سے باہر ہوتے ہیں گو بصورت اسی عالم کے اندر ہی ہوں۔''

(مکتوبات احمد جلد 1 صفحہ 537، 538 مکتوب نمبر 20 بنام میر عباس علی شاہ صاحب)

حضرت ابو امامہ باہلیؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت میں جَو کی روٹی کبھی نہیں بچتی تھی یعنی بقدر ضرورت ہی ہوتی تھی۔ اتنا ہی پکتی تھی جتنی وہ کھائی جائے۔

(شمائل النبیؐ تالیف امام ترمذی صفحہ 56 حدیث 138 شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں گندم اور پھر میدے کی روٹی تو مالداروں کو نصیب ہوتی تھی۔ کبھی کبھی آیا کرتی تھی کیونکہ گندم اس زمین میں کاشت نہیں ہوتی تھی۔ شام جیسے دُور دراز علاقوں سے منگوانی پڑتی تھی اور کافی مہنگی ہوتی تھی۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالعموم جَو کی سادہ روٹی میسر آتی تھی اور آپؐ اسی کو کھا کر شکر ادا فرماتے۔ جَو کی سادہ روٹی بھی بغیر چھنے ہوئے ہوتی تھی اور وہ بھی روزانہ نہیں ہوتی تھی۔ یہ صرف آپؐ کا معمول ہی نہ تھا بلکہ آپؐ کے اہل خانہ کا بھی یہی معمول تھا کہ کئی کئی روز تک جَو کی روٹی بھی نصیب نہیں ہوتی تھی۔

(ماخوذ از زبدۃ الشمائل شرح شمائل ترمذی صفحہ 109-110)

جیسا کہ ابھی میں نے حضرت عائشہؓ کی روایت سے بتایا ہے کہ کھجور اور پانی پہ گزارہ ہوتا تھا۔ نوفل بن اِیَاس ھُذَلِی کہتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ہمارے ساتھ بیٹھا کرتے تھے اور وہ بہترین ساتھی تھے۔ ایک دن وہ ہمیں اپنے ساتھ لے گئے یہاں تک کہ جب ہم ان کے گھر داخل ہوئے، وہ اندر گئے اور غسل کیا۔ پھر باہر آئے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ ہمارے لیے ایک بڑا برتن لایا گیا جس میں روٹی اور گوشت تھا۔ جب وہ رکھا گیا تو حضرت عبدالرحمٰنؓ رو پڑے۔ میں نے کہا: اے ابو محمد! آپؓ کو کس چیز نے رلایا؟ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپؐ نے اور آپؐ کے اہلِ بیت نے جَو کی روٹی سے بھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 1 صفحہ 309 دار الکتب العلمیہ 1990ء)

کھانا سیر ہو کر نہ کھانے کے بارے میں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک دن میں دو مرتبہ روٹی اور زیتون کا تیل سیر ہو کر نہیں کھایا یہاں تک کہ آپؐ کی وفات ہو گئی۔

(صحیح مسلم کتاب الزھد والرقائق، مترجم جلد 15 صفحہ 173 حدیث 5269 شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواتر کئی راتیں خالی پیٹ گزارتے اور آپؐ کے گھر والے رات کا کھانا نہ پاتے اور اکثر ان کی روٹی صرف جَو کی روٹی ہوتی۔

(سنن الترمذی ابواب الزھد باب ما جاء فی معیشۃ النبی ﷺ وأہلہ حدیث 2360)

ابو حَازِم کہتے ہیں مَیں نے حضرت سَہْل بنِ سعدؓ سے پوچھا۔ یعنی ان سے کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدہ کھایا تھا؟ حضرت سہلؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مبعوث کیا اس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وفات دی، میدہ نہیں کھایا۔ ابو حازم کہتے تھے کہ میں نے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تمہارے پاس چھلنیاں تھیں؟ حضرت سہلؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مبعوث کیا اس وقت تک کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے وفات دی، چھلنی نہیں دیکھی۔ ابو حازم کہتے تھے کہ میں نے پوچھا: تم بن چھنے جَو کو کیسے کھاتے تھے؟ حضرت سہلؓ نے کہا: ہم ان کو پیستے تھے اور ان میں پھونک مارتے تھے پھر جو اُڑ جاتا

وہ اُڑ جاتا یا چھلکا اُڑ جاتا۔ جو باقی رہ جاتا ہم اس کو گوندھ کر کھاتے تھے، آٹا بناتے تھے۔
(صحیح البخاری کتاب الاطعمۃ باب ما کان النبی و اصحابہ یأکلون حدیث 5413، مترجم جلد 13 صفحہ 361 - 362 شائع کردہ نظارت اشاعت)

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہؓ کے پاس گیا۔ انہوں نے میرے لیے کھانا منگوایا اور فرمایا: جب بھی میں ایک دن میں دو مرتبہ سیر ہو کر کھاتی ہوں تو مجھے رونا آ جاتا ہے اور میں رو پڑتی ہوں۔ میں نے کہا کیوں؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حالت یاد آ جاتی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا چھوڑی۔ خدا کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی ایک دن میں دو مرتبہ روٹی اور گوشت پیٹ بھر کر نہیں کھایا۔
(شمائل النبی تالیف امام ترمذی صفحہ 57، 58 حدیث 142 شائع کردہ نور فاؤنڈیشن)

حضرت عائشہؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں کھانا کھاتی نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کھایا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے اور جو ملے کھانا چاہیے ورنہ یہ نہ کھانا بھی اس کی ناشکر گزاری ہے۔ ہاں ایسے وقت پہ آپؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آ جاتی تھی کہ کبھی بھی سیر ہو کر دو وقت کا کھانا نہیں کھایا۔ اصل چیز یہ ہے کہ نعمتیں جو میسر ہیں ان سے انسان فائدہ اٹھائے لیکن پہلی حالت کو بھی ہمیشہ یاد رکھے۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ بخاری کی شرح میں تحریر کرتے ہیں کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کیا کھاتے تھے۔ روایات میں صحابہؓ کی زندگی کے ان واقعات کا ذکر ہے جب ابتدائے اسلام میں انہیں بھوک، افلاس اور مالی تنگی کا سامنا تھا مگر اس دور میں بھی ان کی قناعت اور توکّل اس شان کا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دیئے پر راضی تھے اور جب ان کو مال ملے تو بھی اموال کی کثرت نے ان کی قناعت، توکّل اور بے نفسی میں کوئی فرق نہیں ڈالا۔ ہر دو ادوار انہوں نے شکر اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر دانی اور اس کے فضلوں کی یاد میں گزارے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''جب کسریٰ کو شکست ہوئی اور مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو ان میں کچھ ہوائی چکیاں بھی تھیں جن سے باریک آٹا پیسا جاتا تھا۔ اس سے پہلے مکہ اور مدینہ کے رہنے والے سِل بَٹّہ پر'' یعنی پتھروں پر ''دانوں کو پیس لیا کرتے تھے اور پھونکوں سے اس کے چھلکے اڑا کر روٹی پکا لیا کرتے تھے۔ جب مدینہ میں ہوائی چکیاں آئیں'' یعنی Windmill قسم کی

چیز ''اور ان سے باریک میدہ تیار کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ پہلا آٹا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش کیا جائے تا کہ سب سے پہلے آپ ہی اس آٹے کی نرم نرم روٹی کھائیں۔ چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق وہ آٹا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپ نے ایک عورت کو دیا کہ وہ اسے گوندھ کر روٹی تیار کرے۔ جب میدے کے گرم گرم اور نرم نرم پھلکے تیار کر کے آپ کے سامنے لائے گئے تو آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے ایک لقمہ توڑا اور اپنے منہ میں رکھ لیا مگر وہ لقمہ ابھی آپ نے اپنے منہ میں ڈالا ہی تھا کہ آپ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ دیکھنے والی عورتیں حیران رہ گئیں کہ آپ کے آنسو کیوں گرنے لگے ہیں۔ چنانچہ کسی نے آپ سے پوچھا خیر تو ہے کیسی عمدہ اور نرم روٹی ہے اور آپ کے گلے میں پھنس رہی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے گلے میں یہ روٹی اپنی خشکی کی وجہ سے نہیں پھنسی بلکہ اپنی نرمی کے باعث پھنسی ہے۔ رنج کے واقعات نے مجھے رنجیدہ نہیں کیا بلکہ خوشی کی گھڑیوں نے مجھے افسردہ بنا دیا ہے۔'' یہ خوشی کا موقع ہے کہ جو پیشگوئیاں تھیں اس کے مطابق ہمیں مال، سب کچھ مل رہا ہے۔ ''ایک زمانہ تھا جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود تھے۔ انہی کی برکت سے آج یہ نعمتیں ہمیں میسر ہیں مگر آپؐ کا یہ حال تھا کہ مدتوں گھر میں آگ نہیں جلتی تھی اور اگر روٹی پکتی بھی تو اس طرح کہ ہم سِلْ بَٹَّہ پر غلّہ پیس لیا کرتے اور پھونکوں سے اس کے چھلکے اڑا کر روٹی پکا لیا کرتے۔ مجھے خیال آتا ہے کہ یہ نعمتیں ہمیں جس کے طفیل میسر آئی ہیں وہ تو آج ہم میں نہیں کہ ہم یہ نعمت اس کے سامنے پیش کرتے اور دولتیں اس کے قدموں پر نثار کرتے لیکن ہم جن کا ان کامیابیوں کے ساتھ کوئی بھی تعلق نہیں ان نعمتوں سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ یہ خیال تھا جس نے مجھے تڑپا دیا اور جس کی وجہ سے میدے کا نرم نرم لقمہ بھی میرے گلے میں پھنس گیا۔''
(صحیح البخاری مترجم جلد 13 صفحہ 363، 364 شائع کردہ نظارت اشاعت)

علی بن اَقْمَر سے روایت ہے۔ میں نے حضرت ابو جُحَیْفَہؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا۔ ٹیک لگا کر، پیچھے سہارا لے کے نہیں کھاتا۔
(صحیح البخاری کتاب الأطعمۃ باب الأکل متکأ، مترجم جلد 13 صفحہ 348 حدیث 5398 شائع کردہ نظارت اشاعت)

اس کے بارے میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ کیا وجہ ہے۔ کیوں ٹیک لگا کر نہیں کھاتے تھے؟ لکھتے ہیں کہ یہ متکبروں اور اپنے آپ کو بڑا سمجھنے والوں کا طریق تھا اور بنیادی طور پر عجمی بادشاہوں سے

یہ طریق اختیار کیا گیا تاہم اگر کسی شخص کو کوئی عذر یا رکاوٹ درپیش ہو جس کی وجہ سے وہ ٹیک لگائے بغیر نہ کھا سکتا ہو تو پھر ایسا کرنے میں کوئی برائی نہیں ہے۔

(فتح الباری جلد 9 صفحہ 676، قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

حضرت عبد اللہ بن عُبَیدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا۔حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے نبیؐ! اگر آپؐ ٹیک لگا کر کھائیں تو آپؐ کے لیے زیادہ آسان ہو گا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی زمین کی طرف جھکا دی یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ زمین کو چھو لے اور فرمایا بلکہ مَیں تو اسی طرح کھاؤں گا جیسے عام بندہ کھاتا ہے اور اسی طرح بیٹھوں گا جیسے عام بندہ بیٹھتا ہے کیونکہ میں تو محض ایک بندہ ہوں۔

(سبل الہدیٰ و الرشاد جلد 7 صفحہ 165 دار الکتب العلمیہ 1993ء)

اس کی وضاحت حضرت مصلح موعودؓ نے بھی کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ’’جب آپ کھانا کھانے لگتے تو کھانے کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے اور فرماتے مجھے یہ تکبرانہ رویہ پسند نہیں کہ بعض لوگ ٹیک لگا کر کھانا کھاتے ہیں گویا وہ کھانے سے مستغنی ہیں۔‘‘ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 376) ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں۔ آپ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کرتے تھے۔ میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلے میں کھڑا ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپؐ ایسے خلیق تھے باوجودیکہ آپ بڑے بارُعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تو آپ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے۔ اپنے سودے خود خرید لایا کرتے تھے۔ ایک بار آپؐ نے کچھ خریدنا تھا۔ ایک صحابی نے عرض کی کہ حضور مجھے دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ جس کی چیز ہو اس کو ہی اٹھانی چاہئے۔ اس سے یہ نہیں نکالنا چاہئے کہ آپ لکڑیوں کا گٹھا بھی اٹھا کر لایا کرتے تھے۔‘‘ یعنی یہ کہہ دینا کہ جی اپنی چیز اٹھاتے تو جنگل میں جا کے لکڑیاں بھی اکٹھی کر کے گٹھا سر پہ اٹھا کے لاتے تھے، وہ تو کسی سے اٹھوا کر ہی لاتے تھے لیکن بازار کی عام چیزیں جو ہوتی ہیں وہ عموماً آپؐ لاتے تھے۔ ’’غرض ان واقعات سے یہ ہے‘‘ آپؑ نے

فرمایا کہ ان واقعات کو بیان کرنے سے غرض یہ ہے ’’ کہ آپ کی سادگی اور اعلیٰ درجہ کی بے تکلّفی کا پتہ لگتا ہے۔ آپؐ پا پیادہ بھی چلا کرتے تھے۔ اس وقت یہ کوئی تمیز نہ ہوتی تھی کہ کوئی آگے ہے یا پیچھے جیسا کہ آجکل وضع دار لوگوں میں پایا جاتا ہے کہ کوئی آگے نہ ہونے پاوے۔ یہاں تک سادگی تھی کہ بعض اوقات لوگ تمیز نہیں کر سکتے تھے کہ ان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی داڑھی سفید تھی لوگوں نے یہی سمجھا کہ آپ ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن جب حضرت ابو بکر نے اٹھ کر کوئی خادمانہ کام کیا اور اس طرح پر سمجھا دیا کہ آپ پیغمبرؐ ہیں تب معلوم ہوا۔ بعض وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑے بھی ہیں ایک مرتبہ آپ آگے نکل گئے اور دوسری مرتبہ خود نرم ہو گئے تا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا آگے نکل جائیں اور وہ آگے نکل گئیں۔ اسی طرح پر یہ بھی ثابت ہے کہ ایک بار کچھ حبشی آئے جو تماشہ کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کا تماشہ دکھایا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب آئے تو وہ حبشی ان کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ غرض جب انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو غور سے مطالعہ کرتا ہے تو اسے بہت کچھ پتہ ملتا ہے لیکن بعض احمق کور باطن ایسے بھی ہیں جو آپ کی زندگی پر تدبّر تو کرتے نہیں اور اعتراض کرنے کے لئے زبان کھولتے ہیں یہ حال عیسائیوں اور آریوں کا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 269 - 270 ایڈیشن 2022ء)

آج کل بھی اسلام کے خلاف، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہت دریدہ دہنی کی جاتی ہے۔ بہرحال آپؐ کا مقام بہت اعلیٰ مقام ہے اور آپؐ کے ہر عمل میں ایک اُسوہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

☆☆☆☆☆☆

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل ۱۳؍نومبر ۲۰۲۶ء، صفحہ ۲تا۶)